OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

فکرِ اقبال کے چند اہم موضوعات سے متعلق پروفیسر عبدالحق کے افکار کا مطالعہ

Prof. Abdul Haq on Important Themes of Iqbal's Philosophy

Dr. Muhammad Amir Iqbal

Assistant Professor, Department of Urdu, University of Sialkot

Abdul Rahman

Doctoral Candidate, A. Lecturer in Islamic Studies, University of Gujrat

Dr. Muhammad Sarwar

Assistant Professor, University of Veterinary and Animal Sciences Lahore

Abstract

Prof. Abdul Haq is an honorable Iqbal scholar of India. He has precisely presented Iqbal's ideas according to Iqbal's thinking. Iqbal compared the Western concept of nationhood to the concept of the Nation of Islam. By Muslim nation, Iqbal always meant the nation of Islam. According to Iqbal, the basis of Muslim state is Islam. Iqbal opposes genocidal nationalism. There is no difference between Iqbal's theory of nationality and universality. Iqbal has also criticized the geographical concept of patriotism. His concept extended from the homeland to the universe. He was against the idea of worshipping state as idol. Iqbal's concept about 'man of faith' is also an admirable subject of thought and philosophy. According to him, the man of faith captures life and the universe. The fulfillment of ideality reaches its completion under the shadow of the self. Reading this article will make the understanding of Iqbal's concept much easy. The scope of the research will be widened. New themes will be created. New sources will be available.

Keywords: Iqbal's concept, Nationalism, Patriotism, Man of Faith

CC BY

تمہید

پروفیسر عبد الحق ہندوستان کے معتبر اقبال شناس ہیں۔ آپ نے اقبال کے نظریات اقبال ہی کی سوچ کے عین مطابق پیش کیے ہیں۔ اقبال نے قومیت کے مغربی تصور کے مقابلے میں ملتِ اسلامیہ کا تصور پیش کیا۔ قوم اور ملت کو مترادف الفاظ میں استعمال کیا۔ مسلمان قوم سے اقبال کی مراد ہمیشہ ملتِ اسلامیہ ہوتی تھی۔ اقبال کے نزدیک اسلامی قومیت کی بنیاد بھی اسلام ہی ہے۔ اقبال نے انسان کش قومیت کی مخالفت کی ہے۔ اقبال کے نظریہ قومیت اور آفاقیت میں کوئی فرق نہیں۔ اقبال نے جغرافیائی تصورِ وطنیت پر بھی شدید تنقید کی ہے۔ آپ وطن سے آفاق کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ آپ وطن کو بت بنا کر پوجنے کے خلاف تھے۔ اقبال کا مردِ مومن بھی فکر و فلسفہ کا قابلِ تحسین موضوع ہے۔ آپ کا مردِ مومن حیات و کائنات کو اسیر کرتا ہے۔ مثالی انسان کی تکمیل خودی کے زیرِ سایہ پایۂ تکمیل تک پہنچتی ہے۔ اس مضمون کے مطالعہ سے اقبال کو سمجھنے میں آسانی پیدا ہو گی۔ تحقیق کا دامن وسیع ہو گا۔

فکرِ اقبال کے فیض بخش موضوعات قیادت و سعادت کا جوہر ہیں۔ اس گنج ہائے گراں مایہ نے خوابِ غفلت سے بیداری کا فریضہ سر انجام دیا۔ احسنِ تقویم سے تخلیق پانے والے بشر نے اس نسخہ ہائے وفا سے بیداری کا درس حاصل کیا۔ اقبال کی دانش وری نے قومی اور ملی بیماریوں کا علاج فراہم کیا۔ یہ اقبال ہی کا فیضان ہے جو اتحاد و اتفاق کا باعث بنا۔ ہم فکرِ اقبال کے پہلوؤں پر روشنی ڈال کر اقبالیات کا دامن وسیع کر سکتے ہیں۔ اقبال شناس بہت لگن اور جاں فشانی سے اپنا فریضہ سر انجام دے رہے ہیں۔ پروفیسر عبد الحق ہندوستان کے معتبر اقبال شناس ہیں۔ پروفیسر ایمرطس ہیں اور ہندوستان میں سب سے پہلے اقبالیات کے حوالے سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ اردو زبان و ادب اور اقبالیات کے حوالے سے تقریباً پچپن کتب تخلیق کر چکے ہیں۔ آپ نے فکرِ اقبال کو اقبال کی سوچ کے عین مطابق پیش کیا ہے۔ چند نثری پہلوئوں پر غور کریں تو فکرِ اقبال میں کچھ موضوعات بہت طویل ہیں اور اقبال شناس اِن موضوعات پر دفتر کے دفتر بھی قلم بند بھی کر چکے ہیں۔ اس مضمون میں پروفیسر عبد الحق کے مضامین سے ان کے نظریات اخذ کیے گئے ہیں جو ان موضوعات سے تعلق رکھتے ہیں۔ قومیت، وطنیت اور مردِ مومن کے حوالہ سے اہم نکات ہمارے سامنے آتے ہیں۔

سیاسی نظام کی حیثیت سے اگر ہم غور کریں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ قومیت غیر انسانی اقدار پر مشتمل ہے۔ اس کی وجہ سے ایک انسانی گروہ دوسرے انسانی گروہ سے کٹ کر رہ جاتا ہے۔ اس سے دشمنیاں جنم لیتی ہیں۔ بعض اوقات قتل و غارت کا باعث بنتی ہے۔ قیمتی جانوں کا ضیاع ہوتا ہے۔ اقبال نے دنیائے اسلام کے لیے اسے خاص طور پر نہایت خطرناک مغربی حربہ کی حیثیت سے دیکھا۔ اقبال نے قومیت کے مغربی تصور کے مقابلے میں ملتِ اسلامیہ کا تصور پیش کیا اور ثابت کیا کہ مسلمانانِ عالم کے لیے بنیادی نظریات و اعتقادات کی رو سے ایک وسیع تر ملت کا تصور ہی درست ہے۔ اقبال قوم اور ملت کو مترادف الفاظ میں استعمال کرتے تھے اور مسلمان قوم سے ان کی مراد ہمیشہ ملتِ اسلامیہ ہوتی تھی۔ اقبال قومیت کے اس تصور کے خلاف تھے جس کی بنیاد رنگ و نسل، زبان یا وطن پر ہو کیونکہ یہ پابندیاں ایک وسیع انسانی برادری قائم کرنے میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ پروفیسر عبد الحق کہتے ہیں۔ "اقبال نے انسان کش قومیت کی مخالفت کی ہے جس کی حیثیت علاقائی، جغرافیائی اور سیاسی ہے۔ وہ قومیت کو پیدائش کے دو گز زمین میں محدود نہیں رکھنا چاہتے بلکہ ساری دنیا کو ایک قومیت اور تمام بنی نوع انسان کو ایک قوم گردانتے ہیں"[1]

تمام بنی نوع انسان کے لیے اقبال اتحاد و یگانگت کا پیغام رکھتے ہیں اس لیے اقبال نے مغربی تصورِ قومیت کے بدلے ملتِ اسلامیہ کا تصور پیش کیا۔ اقبال ایک ایسی عالمگیر ملت کے قیام کے خواہش مند تھے جس کا خدا، رسول، دین اور ایمان ایک ہو۔ اس جذبہ کے تحت اقبال نے مسلمانوں کو اخوت کا پیغام دیا اور انہیں مشورہ دیا کہ رنگ و خوں کے فرق کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا۔ اقبال کے نزدیک اسلامی قومیت کی بنیاد اسلام ہے۔ اس تصور کی انہوں نے عمر بھر شد و مد سے تبلیغ کی۔ ہر مسلمان اسی تصور کو تسلیم کرتا ہے۔ اقبال ہندوستان سے تعلق رکھتے تھے۔ اُن کا وطن ہندوستان تھا۔ وطن سے محبت قدرتی بات ہے مگر وطن پرستی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اقبال کے نزدیک وطن پرستی ایک طرح کی بت پرستی ہے۔ اور پھر قومیت کا سیاسی تصور بہت ہی بھیانک ہے۔ پروفیسر عبد الحق کہتے ہیں:

> "اقبال قومیت کا ایک انفرادی نقطۂ نظر رکھتے ہیں جس کی غلط تعبیر سے ہماری نسلوں کو انسانی روح تہذیب کی افہام و تفہیم سے محروم کیا گیا۔ ارباب اقتدار کے ساتھ علم و دانش اور غیرت و ایمان کے محافظ بھی اتنے ہی ذمہ دار ہیں۔ میں ایک طالب علم کی حیثیت سے جانتا ہوں کہ ذہنی سفر کے کسی دور میں بھی اقبال حب الوطنی یا ارضِ ہند کی محبت سے بیگانہ نہیں رہے ان کے افکار میں وطن سے محبت ایک فطری جذبہ ہے مگر جب وطنیت کا تصور سیاسی فکر بن کر انسانی ہیتِ اجتماعیہ کو پارہ پارہ کرتا ہے تو اقبال کی روح احتجاج کرتی ہے۔ ان کا نظریۂ قومیت اور آفاقیت میں کسی طرح کا بُعد نہیں"[2]

اقبال کے اس نظریہ قومیت کو مفکرین نے کئی رنگ دیے۔ بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ سب نے اپنے ہی رنگ میں پیش کیا۔ کئی جگہ تو ادب اور فن میں غلو کی حد تک لوگوں نے اپنے نظریات کی بھرمار کی ہے۔ شاید اسی لیے اقبال نے خود "تصورِ قومیت" کے حوالہ سے کہہ دیا تھا:

> "ملتوں کی نشو و نما میں تصورِ قومیت یقیناً ایک صحت مند عنصر ہے۔ لیکن اس میں غلو کا بھی امکان ہے اور جب اس میں غلو ہوتا ہے تو ادب و فن میں وسیع انسانی عناصر کے خاتمے کا میلان پیدا ہو جاتا ہے"[3]

اقبال نے مغربی تصورِ قومیت کی جس طرح تحقیر کی ہے اس کی نظیر مشکل سے ملتی ہے۔ اقبال کہتے تھے کہ قومیت کا ملکی تصور جس پر زمانہ حال میں بہت کچھ حاشیے چڑھائے گئے ہیں۔ اپنی آستین میں اپنی تباہی کے جراثیم کو خود پرورش کر رہا ہے۔ پروفیسر عبد الحق نے اقبال کے "تصورِ قومیت" کے حوالہ سے جس رائے کا اظہار کیا ہے اس کی چند مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ بنیادی طور پر اقبال کا "تصورِ قومیت" ملتِ اسلامیہ ہی سے منسوب ہے۔

اقبال نے جغرافائی تصورِ وطنیت پر سب سے زیادہ تنقید کی ہے اور اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔ اقبال کے نزدیک فلسفۂ وطنیت سب سے زیادہ مہلک اور خطرناک تھا اور ان کے نزدیک یہ فلسفہ اتحاد و اتفاق کو نقصان پہنچاتا تھا۔ یہ مغربی فکر کی سازش تھی جسے مشرقی اقوام کو غلام بنانے کی خاطر متعارف کرایا گیا تھا اور آپس میں خون ریزی کو ہوا دینے کے لیے مشرق میں اتارا گیا۔ اقبال نے ۱۹۰۵ء سے لے کر زندگی کے آخری ایام تک اس کی کھل کر مخالفت کی۔ جس آفاقی اور کائناتی انسان کا تصور اقبال

کے پیشِ نظر تھا یہ جغرافیائی تصور اس سے متصادم اور متضاد تھا۔ وطن سے محبت بلاشبہ ایک فطری جذبہ ہے۔ مگر یہ محبت حدود اور حصار کا پابند ہو کر دوسرے خطے کے انسانوں کے درپے آزار بن جائے تو غلط ہو گا۔ اقبال کے اس تصور کو ناقدین نے مختلف انداز سے دیکھا۔ کچھ ماہرین نے تو اس تصور کی تشریح کرتے ہوئے اقبال کو ہندوستان دشمن قرار دیا۔ پروفیسر عبدالحق اس حوالہ سے وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"بعض نقادوں نے مصلحت اندیشی یا جادوئے محمود کی اثر پذیری یا خود کی بے بصیری کے سبب اقبال کو وطن دشمن کہتے کہتے ہندوستان دشمن ثابت کرنے پر لگے رہے۔ حالانکہ اقبال اپنی فکر یا عمر کے کسی حصے میں بھی ہندوستان سے بے گانہ یا بے نیاز نہیں ہوئے۔ اس کی آزادی، اس کی بہبود اور قوموں کے انتشار سے رنجیدہ خاطر رہے۔ ہندوستان کی عظمت اور محبت کے جن لازوال نغموں سے ان کی شاعری گونجتی ہے، اس کی مثال مشکل سے ملتی ہے"[4]

اقبال کے بارے میں جو غلط فہمی تھی وہ رائے بھی تبدیل ہو گئی۔ اقبال کے لیے ہندوستان دوستی اور محبِ وطن کی سند جاری ہونے لگی۔ اس سے ایک نئی بحث نے جنم لیا بلکہ اسے غلط فہمی کہنا زیادہ مناسب ہو گا۔ وہ یہ کہ ہندوستان کے لوگوں نے اقبال میں حب الوطنی ڈھونڈ ڈھونڈ کر اتنی زیادہ نکال لی کہ انہیں ہندوستان پرست بنانے یا ثابت کرنے پر تل گئے حالانکہ اقبال کے یہاں وطن دوستی اور وطن پرستی کا ایسا تصور کہیں بھی نظر نہیں آتا اور نہ ہی اقبال نے اپنے افکار میں اس کی آبیاری کی ہے۔ پروفیسر عبدالحق اس حوالہ سے اپنا موقف واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اقبال کا معمولی طالبِ علم بھی جانتا ہے کہ اقبال وطن سے آفاق کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس فطری محبت کے اقرار کے بعد بنی نوع انسان کے کائناتی تصور کو نقطۂ معراج کہتے ہیں۔ ان کا سفینۂ فکر یہیں ٹھہر تا ہے۔ جغرافیائی حدود کی طنابیں ٹوٹ جاتی ہیں"[5]

وطن سے دوستی فکرِ اقبال کی ابتدا ہے، انتہا نہیں اور ارتقائے خیال کی یہ پہلی منزل ہے اور وطن دوستی کا یہ جذبہ اقبال کے یہاں ہر دور میں پایا جاتا ہے۔ وطن پرستی سے نفرت کا جذبہ بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ اس سب کے باوجود اقبال ہندوستان سے پر خلوص محبت کرتے تھے۔ ہندوستانی قوم کا مرثیہ کہہ لیں یا محرومیوں کا دل بھر اماتم، یہ اقبال ہی نے کیا ہے۔ ہندوستان کی پستی کا دکھ بھی اقبال کو تھا اور ہندوستان کی زبوں حالی کا بھی۔ اور پھر ہندوستان والوں نے ہی جو کچھ کیا "جاوید نامہ" میں "فلکِ زحل" پر ان کے بارے میں اقبال نے کہا:

جعفر از بنگال و صادق از دکن   ننگِ آدم، ننگِ دیں، ننگِ وطن![6]

وطن سے محبت کا جذبہ فطری ہے۔ اقبال کی ابتدائی نظموں میں بھی یہ جذبہ عروج پر نظر آتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اقبال وطن پرستی کے سحر میں کھوئے ہوئے ہیں کچھ ماہرین نے اقبال کا تاثر بھی ایسا ہی پیش کیا ہے جب اقبال اتحاد و اتفاق کے لیے خاص قسم کے شوالہ کا نقشہ پیش کرتے ہیں تو ان ترانوں کو بھی حب الوطنی کے مغربی تصور کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔ ان تصورات کی وضاحت کے لیے اقبال کی بیاض میں موجود "حب الوطنی" کے نظریات کو ذہن میں رکھنا ہو گا۔ اقبال نے لکھا ہے:

"اسلام کا ظہور، بت پرستی کے ایک احتجاج کے طور پر ہوا اور حب الوطنی بت پرستی کی

ایک لطیف صورت کے سوا اور کیا ہے۔ ایک مادی شے کو معبود کا درجہ عطا کیا گیا ہے۔ اور میرے اس خیال کی تصدیق، توثیق مختلف قوموں کے وطن پرستانہ ترانے کریں گے۔ اسلام بت پرستی کی کسی شکل کو بھی برداشت نہیں کر سکا۔ یہ ہمارا ازلی و ابدی نصب العین ہے کہ ہم بت پرستی کی تمام صورتوں کے خلاف احتجاج کریں اسلام نے جس چیز کا قلع قمع کیا۔ اس کو، اس کی اس عمارت کی بنیاد نہیں قرار دیا جا سکتا، جس کی حیثیت ایک ہیئت سیاسیہ کی ہے۔ یہ حقیقت کہ پیغمبرِ اسلامؐ کا عروج اور وصال ایسے مقام پر ہوا جو ان کی جائے پیدائش نہ تھا شاید اس حقیقت کی طرف ایک پر اسرار اشارہ ہے"[7]

اقبال وطن کو بت بنا کر پوجنے کے سخت خلاف تھے کیونکہ یہ وطن پرستی خالصتاً سیاسی تصور ہے اور اس سے فرقہ پرستی،، قتل و غارت، نفرت اور خون ریزی پروان چڑھی ہے۔ یہ ایک بت ہے اور اسے توڑنا ضروری ہے۔

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے جو پیرہن اس کا ہے اوہ مذہب کا کفن ہے[8]

وطنیت سے ملوکیت پروان چڑھتی ہے جس سے وطن کا غریب اور مزدور طبقہ برباد ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی دیگر کئی مسائل جنم لیتے ہیں ہندوستان کی سرزمین پر مغرب کی سازش نے کامیابی سے یہ تجربہ کیا اور وہاں انار کی پھیلائی۔ وہاں اتحاد و اتفاق کی فضا کو قائم نہ رہنے دیا۔ اقبال کا محبوب وطن ہندوستان تھا اور وہ سفال ہند سے مینا و جام پیدا کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ گاندھی نے بھی اپنے وطن سے بنی ہوئی اشیاء کے استعمال کی طرف قوم کی توجہ دلائی اقبال گاندھی کی تحریک آزادی کا بھی حصہ رہے۔ پھر کچھ سیاسی مصلحتیں اور کچھ ارتقائی مراحل سے گزرتے ہوئے علیحدہ ہونا ایک الگ بات ہے مگر گاندھی کی تحریک کے اثرات اقبال پر ضرور قائم رہے ار مغرب کے خلاف چلائی جانے والی تحریک کامیاب ہوئی اور آخر کار مغرب قوت جو انگلستانی اقتدار کی شکل میں بھارت میں موجود تھی اسے واپس جانا پڑا۔

پروفیسر عبدالحق نے اقبال کے تصور قومیت پر انتہائی مدلل انداز سے روشنی ڈالی ہے۔ کسی بھی اختلاف سے قطع نظر اقبال کے یہی نظریات تھے۔ اقبال صرف مسلمانوں کے لیے، پاکستانیوں کے لیے حب الوطنی کی بات نہ کرتے تھے جہاں تک حب الوطنی میں اسلام کا ذکر ہے یہ ایک کلی بات ہے جبکہ ہندوستان کا ذکر صرف ایک جذوی بات ہے۔ آج کے دور میں ہم اقبال کے افکار کو پروان چڑھانے کے لیے مثبت ندانز اختیار کریں۔ اپنی مرضی اور پسند کے خیالات سے اجتناب کریں۔

اقبال سیالکوٹ میں پیدا ہوئے اور لاہور میں دفن ہیں اور یہ دونوں شہر پاکستان میں ہیں اس لیے اقبال پاکستانی تھے والی بات نہیں بلکہ اقبال کے افکار پورے برِ صغیر کے لیے تھے۔ جو وسعت پا کر پوری دنیا کے لیے قابلِ تحسین ہو گئے۔ پروفیسر عبدالحق نے بھی اپنے مضامین میں اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ اقبال کو کسی خاص مذہب سے منسلک نہ کیا جائے اور نہ ہی کسی ایک وطن میں محدود کیا جائے۔ آگے بڑھیں تو فکرِ اقبال میں مردِ مومن کے دل نشیں تصورات سامنے آتے ہیں۔

اقبال کا مردِ مومن حیات و کائنات کو اسیر کرتا ہے۔ عرفانِ خودی کے باعث اسے وہ قوت حاصل ہو جاتی ہے جس سے حیات و کائنات کے اسرار و رموز اس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ پروفیسر عبدالحق کہتے ہیں:

"خودی جب آشکار ہوتی ہے تو ایک زندہ و جاوداں پیکر کی صورت اختیار کرتی ہے، جسے انسان کامل کہتے ہیں"[9]

مثالی انسان کی تکمیل ہی خودی کے زیرِ سایہ پایہ تکمیل تک پہنچتی ہے۔ ایسا ہی مثالی انسان صحیح معنوں میں مردِ مومن ہے اور وہ خودی کا محافظ ہے۔ بندۂ مومن کے ہاتھ میں اللہ کے ہاتھ کی قوت ہوتی ہے اور یہ ہاتھ اللہ کا ہاتھ اسی وقت بنتا ہے جب وہ اپنی تمام تر کاوشوں، صلاحیتوں اور کوششوں کو عشق کے تابع رکھے۔ نہ صرف خودی کا استحکام عشق کا مرہونِ منت ہے بلکہ تسخیر کائنات کے لیے بھی عشق ضروری ہے۔ یہ جذبۂ مردِ مومن کو خدا اور اس کے رسولؐ کے ساتھ گہری محبت کی بدولت عطا ہوتا ہے۔ مردِ مومن کی صفات میں حق گوئی پائی جاتی ہے۔ وہ بے باک ہوتا ہے۔ جرأت مند ہوتا ہے۔ اسے کسی کا خوف نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ''اسرارِ خودی'' میں سید علی ہجویری نے نوجوان کو نصیحت کی تھی کہ ''اپنے دل سے غیر اللہ کا خوف نکال دے'' گویا مردِ مومن کی صفات میں ایسا ہونا لازم ہے۔ اسکا مطلب یہ نہیں کہ اسے کسی غارت گری کے لیے تیار کیا جارہا ہے یا پھر اسے کسی ظلم اور جبر کے لیے تیار کیا جارہا ہے بلکہ یہ جذبہ تو مجموعی طور پر بیدار کیا جارہا ہے کہ سب میں یہ حوصلہ ہونا چاہیے۔
ایسے جوانوں کا شباب بھی بے داغ ہوگا اور ضرب بھی کاری ہوگی اور وہی قبیلے کی آنکھ کا تارا بھی ہوں گے۔ اگر ضرورت پڑی تو رسمِ شبیری ادا کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ مردِ مومن اچھی طرح جانتا ہے کہ خانقاہی نظام فقط اندوہ اور دلگیری ہے جبکہ رسمِ شبیری ادا کرنے کے لیے ہمیں خانقاہوں سے نکلنا ہوگا۔ ظلم وجبر کی دنیا میں جب انسان کا استحصال ہوتا ہو، غریب کی آواز دبائی جاتی ہو، لکھنے کے لیے ہاتھ اور قلم پر پابندی ہو، بولنے کے لیے زبانیں بند کردی جائیں تو ان آزمائش کے حالات میں رشید احمد صدیقی کہتے ہیں:

''ہر آزمائش کے وقت ہمارا رخ کربلا کی طرف ہونا چاہیے کوفہ کی طرف نہیں''[10]

ان حالات میں وقت آتا ہے باطل قوتوں سے مقابلہ کرنے کا یہاں وہ جذبہ درکار ہے جو ایک مردِ مومن کی صفت ہے۔ اقبال نے ''فلسفۂ خودی'' کے ذریعے اور ''رموزِ بےخودی'' کے زیرِ سایہ جس نوجوان کی تربیت کی تھی اس کی ضرورت اب پڑتی ہے۔ اور اُس مثالی مردِ مومن کی مثال کے طور پر حضرت امام حسینؓ کی شخصیت کو دیکھا جاسکتا ہے۔ پروفیسر عبدالحق اپنے مضمون ''اقبال اور مقامِ شبیریؓ'' میں کہتے ہیں:

> ''حضرت حسینؓ کی ذات والا صفات باطل طاقتوں سے ان کی جنگ آزمائی اور شہادت سے برآمد ہونے والے نتائج اقبال کے قلب و نظر میں ہمیشہ طوفان و تلاطم برپا کرتے رہے ہیں۔ ان کی مثالی شخصیت اقبال کے مردِ مومن کے لیے تصورات کی بنیاد فراہم کرتی ہے''[11]

مردِ مومن میں جمالی اور جلالی دونوں صفات بیک وقت موجود ہوتی ہیں۔ بظاہر تو یہ کیفیات متضاد نظر آتی ہیں مگر یہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں۔ مردِ مومن کی زندگی ان دونوں صفات کی حامل ہوتی ہے۔ وہ درویشی و سلطانی اور قاہری و دلبری کی صفات کا بیک وقت حامل ہوتا ہے۔ اس کی سیرت میں نرمی اور سختی کا امتزاج ہوتا ہے اور اس کے مضبوط اور قوی جسم کے پہلو میں ایک دل درد آشنا ہوتا ہے۔ پروفیسر عبدالحق کہتے ہیں:

> ''خودی اور اس کی جملہ صفات کا حامل اقبال کی اصطلاح میں مردِ مومن ہے جس کے کردار و گفتار اور عناصرِ ترکیبی میں دو صفات بدرجۂ غایت موجود ہیں۔ انہیں عناصر ترکیبی سے اقبال کا جمالیاتی تصور ابھرتا ہے جسے انہوں نے فن اور فطرت

کے پسِ منظر میں شعری بلاغت کے ساتھ ظاہر کیا ہے۔ جلال و جمال کے اتصال
سے مردِ مومن اور نظریۂ فن بھی مربوط ہوتا ہے"[12]

پروفیسر عبدالحق نے اقبال کی طویل نظموں کے حوالہ سے بھی خاص رائے کا اظہار کیا ہے طویل نظموں کے عنوان کو رد کر دیا جائے اور ہر بند پر علیحدہ علیحدہ غور کیا جائے تو ہر بند ایک غزل کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ آپ نے طویل نظم "مسجدِ قرطبہ" کی تقسیم میں دو غزلیات بہ عنوان "مردِ کامل" یوں اخذ کی ہیں:

"اقبال نے آہنگ سے ایک اور کام لیا ہے۔ ان کی طویل اور مشہور نظموں کے مختلف بندوں کو لیجیے۔ ہر بند میں ایک نیا موضوع ہے۔ مثلاً مسجدِ قرطبہ کو لیجیے۔ پہلا بند زمان و مکاں سے متعلق ہے۔ دوسرا عشق کی ابدیت پر مشتمل ہے۔ اس طرح سے دوسرے بند بھی ہیں"[13]

اس طرح اگر غور کیا جائے تو اقبال کے کلام سے مردِ مومن کی صفات کے لیے بہت سے اشعار ڈھونڈے جا سکتے ہیں۔ جہاں تک انسانِ کامل اور مردِ برتر کی بات ہے یہ بات ذہن میں رہے کہ اقبال کا مردِ مومن صوفیاء کے انسانِ کامل اور نٹشے کے مردِ برتر سے کہیں زیادہ مختلف ہے۔ اقبال کا مردِ مومن اپنی مخصوص شخصیت، منفرد کردار، نرالی آن بان کے باعث دوسروں کے پیش کردہ تصورات کی بہ نسبت کہیں زیادہ جاندار، متوازن، حقیقی اور قابلِ عمل کردار ہے۔

اقبال کے تصورِ خودی میں فرد کے لیے مردِ مومن بننا اور جماعت کے لیے ملتِ اسلامیہ کے ڈھانچے میں ڈھلنا ایک اعلیٰ نصب العین کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے مردِ مومن کا تصور خیالی نہیں بلکہ حقیقی ہے یہ مردِ مومن اعلیٰ صفات سے متصف ہے جو حلقہ یاراں میں ریشم کی طرح نرم ہے اور رزمِ حق و باطل میں فولاد ہے۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم — رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن[14]

مردِ مومن اس بندے کا علامتی پیکر ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی نیک اور فرمانبردار ہے۔ وہ تقدیر کا پابند نہیں ہے بلکہ اپنا تقدیر ساز خود ہے۔ یہ جہان مردِ مومن کے لیے ہے۔ مردِ مومن دنیا سے بے نیاز رہتا ہے۔ اُسے اِس کائنات کی ضرورت نہیں بلکہ کائنات کو خود اس کی ضرورت ہے۔ ان صفات کا مالک مردِ مومن ہی قومیت اور وطنیت کے اسلامی اور آفاقی تصور کو پروان چڑھانے کے لیے اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

نتائج بحث

اس مضمون کے مطالعہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ مسلمانانِ عالم کے لیے بنیادی نظریات و اعتقادات کی رو سے واقعی ایک وسیع تر ملت کا تصور ہی قابلِ عمل ہے۔ در حقیقت اقبال کا تصورِ قومیت ملتِ اسلامیہ ہی سے منسوب ہے۔ ایسی قومیت بہت مہلک اور خطرناک ہے جو مغربی فکر کی سازش کے نتیجہ پر پروان چڑھتی ہو۔ ہمیں ان معاملات میں پوشیدہ خوبیوں اور خامیوں پر نگاہ رکھنا ہو گی۔ ہمیں فکرِ اقبال سے بھرپور استفادہ کرنا چاہیے۔ ہم خود میں مردِ مومن کی اعلیٰ صفات پیدا کریں تاکہ ملتِ اسلامیہ کی تشکیل و توسیع کے لیے اپنے حصے کی شمع جلا سکیں۔ اس مضمون کا مطالعہ اقبالیات میں تحقیق و تنقید کے لیے کشادگی کا باعث ہو گا۔ طلباء کے لیے نئے مآخذ کی فراہمی کے لیے راہیں ہموار ہوں گی اور اقبالیات کے موضوعات میں وسعت پیدا ہو گی۔

[1] Prof. Abdul Haq, Iqbal kay Ibtadāi afkār (New Delhi: Jamal printing press, 1969), 40
[2] Prof. Abdul Haq, Tanqid-e-Iqbal or dosray Mazāmeen (New Delhi: Jamal printing press 1976), 20.s
[3] Prof. Abdul Haq, Iqbal, Bikhry Khyalāt, (New Delhi: Aseela Afist press , 2015), 93.
[4] Prof. Abdul Haq, Fikr-e-Iqbal ki Sarguzisht (Jun Pur: Rehman Manzil, 1989), 144.
[5] Abdul Haq, Fikr-e-Iqbal ki Sarguzisht, 145.
[6] Allama Iqbal, Kulliāt-e-Iqbal Fārsi, Javid Nama (Lahore: Sheikh Ghulam Ali and Sons), 730.
[7] Abdul Haq, Iqbal, Bikhry Khyalāt, 60.
[8] Allama Iqbal, Kulliāt-e-Iqbal Urdu, Bang-e-Darā (Lahore: Iqbal Academy, 2004), 187.
[9] Prof. Abdul Haq, Iqbal ka harf-e-sherīn (New Delhi: : Aseela Afist press, 2014), 55.
[10] Prof. Abdul Haq, Iqbal aur Iqbalyāt (Sri Nagar: Mezan publishers, 2009), 16.
[11] Abdul Haq, Iqbal aur Iqbalyāt, 11.
[12] Abdul Haq, Tanqid-e-Iqbal or dosray Mazāmeen, 21.
[13] Prof. Abdul Haq, Iqbal aur Iqbālyāt, Iqbal ka Sherī ahang, 11.
[14] Allama Iqbal, Kulliāt-e-Iqbal Urdu, Zarb-e-Kalim, 558.